

ضمیمہ

سوات اور وزیرستان میں فوجی کارروائی اور پاکستان میں نفاذِ شریعت کے لئے جہاد کی شرعی حیثیت شیخ الحدیث مولانا نورا الہدیٰ سلمہ اللہ کا فتویٰ

گزشتہ سال کے اواخر میں پاکستانی فوج نے پہلے سوات اور پھر جنوبی وزیرستان میں مجاہدین اور علامہ المسلمین کے خلاف فوجی کارروائی کا آغاز کیا۔ اس موقع پر طالبین حق نے مختلف اہل علم سے رجوع کر کے سوات، قبائلی علاقہ جات اور پاکستان کے دیگر علاقوں میں نفاذِ شریعت کے لئے جہاد کا شرعی حکم اور یہ جہاد کرنے والوں کے خلاف فوجی کارروائی کی شرعی حیثیت دریافت کی۔ الحمد للہ بہت سے اہل علم نے مجاہدین کے موقف کی علانیہ یا خفیہ تائید کی۔ انہی میں سے ایک، کراچی سے تعلق رکھنے والے بزرگ عالم دین، شیخ الحدیث مولانا نورا الہدیٰ سلمہ اللہ بھی تھے۔ آپ کا شمار وقت کے معروف و معتبر اہل علم میں ہوتا ہے۔ آپ عربی زبان میں متعدد کتب کے مصنف ہیں، جن میں بخاری شریف کی ”کتاب بدء الوجہ“ سے ”کتاب العلم“ تک کی عربی شرح، ترمذی شریف کی عربی شرح (جس کی پہلی جلد شائع ہو چکی ہے) اور ”مراصد النظر“ کے نام سے قرآن کریم کی عربی تفسیر شامل ہے (جو کہ چھپ بھی چکی ہے)۔ اس کے علاوہ حال ہی میں ”فرائی حملے اور جہاد کی شرعی حیثیت“ کے نام سے آپ کی ایک اردو تصنیف بھی چھپ کر منظرِ عام پر آئی ہے۔ آپ نے سوات اور وزیرستان میں فوجی آپریشن کے آغاز پر ایک مفصل و مدلل فتویٰ دیا جو آپ کی علمی ثقافت اور حق گوئی و ایمانی جرأت کی دلیل ہے۔ بلاشبہ آپ کا یہ فتویٰ ایک تاریخی اہمیت کا حامل ہے اور آپ کا یہ جرأت مندانہ طریقہ عمل دیگر اہل علم کے لئے ایک لائق تقلید نمونہ ہے۔ اللہ تعالیٰ ہر شر سے آپ کی حفاظت فرمائیں، آپ کو دنیا و آخرت میں بہترین جزاء سے نوازیں اور آپ کو اپنے رستے پر استقامت سے ڈٹے رہنے کی توفیق دیں۔ آمین! ذیل میں ہم اس فتوے کی مکمل عبارت نقل کر رہے ہیں۔ (مدیر ادارہ طہلین)

”الجواب باسم ملہم الصواب

استفتاء میں چار امور قابل دریافت ہیں:

(۱) فوجی آپریشن کی شرعی حیثیت

(۲) فوجی زیادتیوں کے خلاف دفاع کرنے والوں کا شرعی حکم

(۳) مارے گئے فوجیوں اور ان کے ہاتھوں سے مرنے والوں کا حکم

(۴) مطالبہ نفاذ شریعت کا حکم

(۱) سوات اور وزیرستان میں فوجی آپریشن کی شرعی حیثیت

چونکہ یہ آپریشن حکومت پاکستان افواج پاکستان کے ذریعے کر رہی ہے، اس لئے اس آپریشن کے اسباب کو ملحوظ رکھنا ہوگا تاکہ جواز و عدم جواز کا فیصلہ ہو سکے۔ اس کے تین اہم اسباب ہیں:

الف) کفار کی معاونت کے ذریعے ان کی رضا کا حصول

ب) نفاذ شریعت کی جدوجہد کا قلع قمع کر کے اپنے کفریہ نظام کا دفاع

ج) حکمران طبقے اور اعلیٰ افسران کی لالچ و طمع

آئیے اب تینوں نکات کی تفصیل دیکھتے ہیں:

الف) کفار کی معاونت کے ذریعے ان کی رضا کا حصول

امریکی و اتحادی افواج افغانستان میں مسلمانوں سے لڑ رہی ہیں۔ ان مسلمانوں کا تعاون اپنا شرعی فریضہ سمجھتے ہوئے مذکورہ علاقوں کے مسلمان ان کی مدد کرتے ہیں جس سے نصاریٰ کو نقصان ہوتا ہے۔ لہذا انہوں نے حکومت پاکستان کو ”ڈومور“ (DO MORE) کا حکم دیا ہے۔ حکومت نے ان کی جنگ کو اپنی جنگ قرار دے کر حکم کی تعمیل شروع کر دی تاکہ عالمی برادری (یعنی نصاریٰ) کی دوستی حاصل کی جاسکے، جیسا کہ حکومت پاکستان نیچو د بھی بارہا اعتراف کیا ہے۔ شریعت کی رو سے اس سبب کے تحت مجبور مسلمانوں کے لئے کافروں کے خلاف بھی کافروں کا تعاون حرام ہے تو مسلمانوں کے خلاف کیسے جائز ہو سکتا ہے؟..... بالخصوص ایک خود مختار حکومت اور ایٹمی ملک کے لئے!

چنانچہ ”شرح السیر الکبیر“ میں مذکور ہے:

”ولو قال أهل الحرب لأسرى فيهم قاتلوا معنا عدونا من المشركين وهم لا يخافون على أنفسهم..... فليس ينبغي أن يقاتلوا معهم لأن في هذا القتال إظهار الشرك والمقاتل يخاطر بنفسه فلا رخصة في ذلك إلا على قصد اعزاز الدين أو الدفع عن نفسه“.

”اگر حربی کفار اپنے پاس موجود مسلمان قیدیوں سے کہیں کہ ہمارے ساتھ مل کر ہمارے کچھ کافر دشمنوں کے خلاف جنگ کرو..... اور مسلمانوں کو یہ خوف نہ ہو کہ حکم عدولی کی صورت میں وہ اپنی جانوں سے ہاتھ دھو بیٹھیں گے..... تو ان کے لئے جائز نہیں کہ وہ ان کافروں کے ساتھ مل کر کچھ دوسرے کافروں کے خلاف لڑیں۔ کیونکہ اس جنگ کے نتیجے میں بہر دو صورت شرک ہی غالب آئے گا، جبکہ لڑنے والا مسلمان تو اپنی جان خطرے میں ڈالے گا اور اپنی جان خطرے میں ڈالنا صرف تبھی جائز ہے جب دین سر بلند ہوتا ہو یا اپنی جان کا دفاع مقصود ہو“۔

(شرح السیر الکبیر: ۳، ۴۲۱)

دیکھئے یہاں مسلمان بے بس مجبور محض قیدی ہیں اور جنگ بھی کفار سے ہے اور کفار نے حکم بھی دیا ہے کہ ہمارے ساتھ لڑو مگر اس کے باوجود ان کے لئے لڑنا شرعاً قطعاً جائز ہے۔ تو ایک خود مختار فوج اور ایٹمی ملک کے لئے کفار کے مطالبے پر مسلمانوں کے خلاف لڑنا اور آپریشن کرنا کیسے جائز ہو سکتا ہے..... جبکہ اس میں کفر کا دفاع اور اس کی تقویت و تحفظ بھی ہے؟ بلکہ حکومت پاکستان پر تو ان مسلمانوں سے تعاون کرنا شرعاً فرض تھا۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿وَتَعَاوَنُوا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوَىٰ وَلَا تَعَاوَنُوا عَلَى الْإِثْمِ وَالْعُدْوَانِ﴾

(المائدة: ۳)

”اور نیکی اور پرہیزگاری کے کاموں میں آپس میں مدد کرو اور گناہ اور زیادتی کے کاموں میں باہم مدد نہ کرو“۔

نیز ارشاد خداوندی ہے:

﴿وَلَا تَرْكَبُوا إِلَى الَّذِينَ ظَلَمُوا فَتَمَسَّكُمُ النَّارُ﴾ (هود: ۱۱۳)

”اور ظالموں کی طرف ذرا نہ جھکورو نہ آگ تمہیں اپنی لپیٹ میں لے لے گی۔“

آیت میں ظالموں کی طرف صرف جھکاؤ پر جہنمی ہونے کی وعید ہے جبکہ افواج پاکستان تو کفار کے شانہ بشانہ مسلمانوں کے قتل عام میں شریک ہیں۔ نیز فرمایا:

﴿لَا يَتَّخِذُ الْمُؤْمِنُونَ الْكَافِرِينَ أَوْلِيَاءَ مِنْ دُونِ الْمُؤْمِنِينَ وَمَنْ يَفْعَلْ ذَلِكَ فَلَيْسَ مِنَ اللَّهِ فِي شَيْءٍ﴾ (آل عمران: ۲۸)
 ”مومن مومنوں کو چھوڑ کر کافروں کو اپنا دوست ہرگز نہ بنائیں، اور جو کوئی ایسا کرے اس کو اللہ سے کوئی تعلق نہیں۔“

نیز فرمایا:

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَتَّخِذُوا الْيَهُودَ وَالنَّصَارَى أَوْلِيَاءَ﴾ (المائدة: ۵۱)
 ”اے ایمان والو! یہود و نصاریٰ کو اپنا ساتھی نہ بناؤ۔“

نیز فرمایا:

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَتَّخِذُوا عَدُوِّي وَعَدُوَّكُمْ أَوْلِيَاءَ تُلْقُونَ إِلَيْهِم بِالْمَوَدَّةِ وَقَدْ كَفَرُوا بِمَا جَاءَكُمْ مِنَ الْحَقِّ﴾ (الممتحنة: ۱)
 ”اے ایمان والو! میرے اور اپنے دشمنوں کو دوست نہ بناؤ، تم ان کی طرف دوستی کے پیغام بھیجتے ہو حالانکہ وہ اس سچے دین کا انکار کر چکے ہیں جو تمہارے پاس آیا ہے۔“

نیز فرمایا:

﴿إِنَّمَا يَنْهَكُمُ اللَّهُ عَنِ الَّذِينَ قَتَلُواكُمْ فِي الدِّينِ﴾ (الممتحنة: ۹)
 ”اللہ تو تمہیں جس بات سے روکتا ہے وہ یہ ہے کہ تم ان لوگوں سے دوستی کرو جنہوں نے دین کے معاملے میں تم سے جنگ کی۔“

نیز فرمایا:

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَتَوَلَّوْا قَوْمًا غَضِبَ اللَّهُ عَلَيْهِمْ﴾ (الممتحنة: ۱۳)
 ”اے ایمان والو! تم ان لوگوں سے دوستی مت گناہوں پر اللہ غضبناک ہوئے۔“

نیز فرمایا:

﴿يُبَشِّرِ الْمُتَّقِينَ بَأَنَّهُمْ عَذَابًا كَثِيرًا. الَّذِينَ يَتَّخِذُونَ الْكَافِرِينَ أَوْلِيَاءَ مِنْ دُونِ الْمُؤْمِنِينَ﴾ (النساء: ۱۳۸، ۱۳۹)

”خوشخبری دے دو منافقین کو کہ ان کے لئے دردناک عذاب ہے، وہ منافقین جو مومنوں کو چھوڑ کر کافروں کو اپنا دوست بناتے ہیں۔“

نیز فرمایا:

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَتَّخِذُوا الْكَافِرِينَ أَوْلِيَاءَ مِنْ دُونِ الْمُؤْمِنِينَ أَلَا تَعْلَمُونَ أَنَّهُمْ يُخَالِفُونَ مَا يُحْكُمُ اللَّهُ عَلَيْهِمْ سُلْطَانًا مُبِينًا﴾ (النساء: ۱۳۴)

”اے ایمان والو! مسلمانوں کو چھوڑ کر کافروں کو اپنا رفیق نہ بناؤ۔ کیا تم چاہتے ہو کہ اللہ کو اپنے خلاف صریح جہت دے دو؟“

ان متعدد آیات اور ان کے علاوہ دوسری آیات قرآنیہ سے روز روشن کی طرح عیاں ہوا کہ افواج پاکستان کا مسلمانوں کے خلاف آپریشن اور جارحیت سراسر حرام قطعی اور کفر ہے؛ اگر جائز سمجھ کر کریں گے تو مرتد اور دائرۃ اسلام سے خارج ہونگے۔

ب) نفاذ شریعت کی جدوجہد کا قلع قمع کر کے اپنے کفریہ نظام کا دفاع

دوسرا سبب آپریشن کا، اہل سوات، وزیرستان و دیگر قبائل کا نفاذ اسلام کا مطالبہ ہے جو ان کا مسلمہ شرعی حق ہے۔ بلکہ از روئے شرع نہ صرف وہ بلکہ تمام باشندگان ملک شرعاً مکلف ہیں اور ان پر فرض ہے کہ وہ یہ مطالبہ کریں۔ اس لئے فوج کا ان کے اس مطالبہ کی بناء پر ان سے لڑنا حرام اور کفر ہے بلکہ ارتداد اور زندقیت ہے۔

ایسی صورت میں جبکہ مجاہدین و قبائل ”امر اللہ“ یعنی قانون شریعت کی طرف رجوع کرنے کیلئے نہ صرف تیار بلکہ مطالبہ کنندگان ہیں، تمام اہل وطن اور بقیہ مسلمانوں پر فوج کے خلاف ان کے شانہ بشانہ لڑنا فرض ہے جب تک کہ وہ قانون شریعت اور نظام خلافت کی طرف نہ لوٹے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَإِنْ طَائِفَتَانِ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ اقْتَتَلُوا فَأَصْلَحُوا بَيْنَهُمَا فَإِنْ بَغَتْ إِحْدَهُمَا عَلَى الْأُخْرَىٰ فَقَاتِلُوا الَّتِي تَبْغِي حَتَّىٰ تَفِيءَ إِلَىٰ أَمْرِ اللَّهِ﴾ (الحجرات: ۱۰)

”اور اگر مسلمانوں کے دو گروہ آپس میں لڑ پڑیں تو ان کے درمیان صلح کراؤ۔ پھر اگر ان میں

سے ایک دوسرے پر چڑھ دوڑے تو تم سب اس چڑھائی کرنے والے کے خلاف لڑو یہاں تک کہ وہ اللہ کے حکم کی طرف لوٹ آئے۔“

یاد رہے کہ آیت میں مؤمنین کے ان دو گروہوں کا ذکر ہے جو کسی دنیوی مسئلہ پر لڑ رہے ہوں جبکہ موجودہ آپریشن تو مطالبہ شریعت کی وجہ سے ہے جس کا حکم اور بھی سخت ہے۔

(ج) حکمران طبقے اور اعلیٰ افسران کی لالچ و طمع

تیسرا سبب کارپردازان حکومت و فوج کا لالچ اور حرص و طمع ہے کہ چند ڈالروں کے لئے مسلمانوں کو بیچا جا رہا ہے، قتل کیا جا رہا ہے، املاک کو تباہ کیا جا رہا ہے۔ اسی حرص و طمع میں یہ خود بھی ان کے خون سے اپنے ہاتھوں کو رنگین کر رہے ہیں اور کفار کو بھی ترغیب دیتے ہیں اور ان کی نشاندہی کرتے رہتے ہیں، حتیٰ کہ اگر کوئی مسلمان ان کے ہاتھوں سے شہید ہوتا ہے تو اس پر خوشی کے شادیاں بھی بجاتے ہیں۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

”من کثر سواد قوم فهو منهم ومن رضى عمل قوم كان شريك من عمل به.“
 ”جو شخص کسی گروہ (میں شامل ہو کر ان) کی تعداد بڑھائے وہ انہی میں سے ہے اور جو کسی گروہ کے عمل پر راضی رہے وہ ان کے عمل میں شریک ہے۔“

(مسند أبي يعلى، نصب الراية: ۳۴۶، ۴)

شریعت میں تو کفار کے اتحاد کو توڑنے کے لئے ان میں سے بعض کو اپنی کوئی چیز یا کسی قسم کا کوئی مال دینا بلا ضرورت جائز نہیں، حالانکہ اس میں کفر کو کمزور کرنا مقصود ہے۔ تو ان سے ڈالر لے کر ان کی مرضی کے مطابق مسلمانوں کے خلاف لڑنا کیونکر جائز ہوگا؟ چنانچہ غزوہ احزاب کے موقع پر پورا عرب مسلمانوں کے خلاف اٹھ پڑا تھا اور کفر اپنی پوری طاقت کے ساتھ حملہ آور ہوا تھا۔ مسلمان سخت مشکل میں تھے۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جنگی حکمت عملی کے تحت قریش کی اتحادی قوم غطفان کو اتحاد سے جدا کروانے کے لئے مدینہ کی پیداوار کی ایک تہائی آمدنی ان کو دینے کی پیشکش کی تاکہ وہ اتحاد سے الگ ہو جائیں اور کفر کمزور ہو جائے۔ غطفان کے دوسروں عیینہ اور حارث سے معاہدہ تقریباً طے ہو چکا تھا کہ آپؐ نے اس کے نفاذ سے پہلے انصار کے سرداروں سعد بن عبادہ اور سعد بن معاذ رضی اللہ عنہما سے مشورہ کیا۔ انہوں نے کہا: اگر یہ وحی ہے تو سمعنا و اطعنا، بصورت دیگر سوائے تلوار کے ہم ان کو کچھ بھی نہ دیں گے۔ آپؐ

صلی اللہ علیہ وسلم ان کی بات سے انتہائی خوش ہوئے اور معاہدہ پھاڑ کر کالعدم کر دیا۔

(التلخیص الحبیبر: ۳/۸۱، ۴: تاریخ الطبری: ۱۴۷۴، إمتاع الأسماع للمقریزی: ۲۳۵، ۱: سیرۃ ابن

ہشام: ۶۷۶، طبقات ابن سعد: ۵۲، ۲: الوثائق السياسية: ۷۴)

”شرح السیر الکبیر“ میں ہے:

”ففي هذا الحديث بيان أن عند الضعف لا بأس بهذه المودة، فقد رغب فيها رسول الله صلى الله عليه وسلم حين أحس بالمسلمين ضعفاً، وعند القوة لا يجوز، فإنه لما قالت الأنصار ما قالت علم رسول الله صلى الله عليه وسلم منهم القوة فشق الصحيفة، وفيه دليل أن فيها معنى الاستدلال ولأجله كرهت الأنصار دفع بعض النصارى، والاستدلال لا يجوز أن يرضى به المسلمون إلا عند تحقق الضرورة“.

(شرح السیر الکبیر: ۶، ۴)

”اس حدیث سے پتہ چلتا ہے کہ کمزوری کے وقت ایسی جنگ بندی کر لینا جائز ہے، کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہاں مسلمانوں کی کمزوری دیکھتے ہوئے خود ایسا کرنے کی ترغیب دی۔ لیکن جب قوت موجود ہو تو ایسا کرنا جائز نہیں، کیونکہ جب انصار نے اپنا موقف بتلایا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جان گئے کہ مسلمان ابھی بھی قوت کی حالت میں ہیں تو آپؐ نے معاہدہ نامہ پھاڑ ڈالا۔ چونکہ اس معاہدے میں ایک اعتبار سے مسلمانوں کی تذلیل تھی اور انہیں کفار کے آگے کچھ جھکنا پڑ رہا تھا، اس لئے انصار نے اسے ناپسند کیا اور کفار کو اپنے پھلوں کی پیداوار کا کچھ بھی حصہ دینے سے انکار کیا۔ اس سے پتہ چلتا ہے کہ مسلمانوں کے لئے ذلت والی شرائط پر کفار کے ساتھ معاہدہ کرنا صرف تبھی جائز ہے جب اس کی شدید ضرورت ہو، ورنہ جائز نہیں۔“

لہذا اگر کے لالچ میں مسلمانوں کی تذلیل، تباہی، جلا وطنی اور قتل و غارتگری کیسے جائز ہو سکتی ہے؟ مسلمانوں کے قتل اور املاک کی بربادی کے بارے میں تو بے شمار آیات و احادیث آتی ہیں، لہذا یہ قطعاً حرام و ناجائز ہے۔

۲) فوجی زیادتیوں کے خلاف دفاع کرنے والوں کا شرعی حکم

استفتاء میں پوچھے گئے دوسرے امر کے بارے میں عرض ہے کہ اہل سوات و دیگر علاقہ جات پر اپنا دفاع فرض ہے، بلکہ اقدام یعنی خروج بھی جائز ہے۔ کیونکہ حکومت کا فرض ہے کہ وہ دشمنوں، کفار، چوروں، ڈاکوؤں اور دوسرے مجرموں سے اپنی رعیت کی جان، مال، آبرو اور دین کی حفاظت کرے۔ جبکہ یہاں تو افواج اور حکومت خود فساد برپا کرتے ہوئے ان کی جان و مال اور املاک کی تباہی کے درپے ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَإِذَا تَوَلَّى سَعَىٰ فِي الْأَرْضِ لِيُفْسِدَ فِيهَا وَيُهْلِكَ الْحَرْثَ وَالنَّسْلَ وَاللَّهُ لَا يُحِبُّ الْفُسَادَ. وَإِذَا قِيلَ لَهُ اتَّقِ اللَّهَ أَخَذَتْهُ الْعِزَّةُ بِالْإِثْمِ فَحَسْبُهُ جَهَنَّمُ وَلَبِئْسَ الْمِهَادُ﴾ (البقرة: ۲۰۵، ۲۰۶)

”اور جب وہ پلٹتا ہے تو زمین میں فساد پھیلانے اور کھیتیوں اور نسلوں کو برباد کرنے کے لئے دوڑ دھوپ کرتا ہے، اور اللہ فساد کو پسند نہیں کرتے۔ اور جب اس سے کہا جاتا کہ اللہ سے ڈرو تو اس کا غرور اسے گناہ پر مزید جما دیتا ہے، سو جہنم ہی اس کے لئے کافی ہے اور وہ بہت برا ٹھکانہ ہے۔“

ایسی مفسد و ظالم حکومت کے خلاف بغاوت کا انہیں شرعاً حق ہے۔ فقیہ ابواللیث رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

”فالواجب على الرعية طاعة الوالي ما لم يأمرهم بالمعصية فإذا أمرهم بالمعصية لا يجوز لهم أن يطيعوه ولا يجوز لهم الخروج عليه إلا أن يظلمهم“.

((رعایا پر والی کی اطاعت اس وقت تک واجب ہے جب تک وہ معصیت کا حکم نہ دے۔ پس جب وہ معصیت کا حکم دے تو رعایا کے لئے اس کی (خلاف شرع) بات ماننا جائز نہیں، البتہ خروج بھی جائز نہیں۔ ہاں، اگر وہ ظلم کرے تو اس کے خلاف خروج جائز ہے۔))

(ہامش تنبیہ الغافلین: ص ۸۷)

یاد رہے کہ اس عبارت میں ”الوالي“ سے مراد خلیفۃ المسلمین ہے۔ خداوند کریم کا ارشاد ہے:

﴿وَالَّذِينَ إِذَا أَصَابَهُمُ الْبَغْيُ هُمْ يَنْتَصِرُونَ﴾ (الشورى: ۳۹)

”اور وہ لوگ کہ جب ان پر ظلم و زیادتی ہو تو وہ بدلہ لیتے ہیں۔“

اور فرمایا:

﴿وَلَمَنِ انْتَصَرَ بَعْدَ ظُلْمِهِ فَأُولَٰئِكَ مَا عَلَيْهِمْ مِّنْ سَبِيلٍ﴾ (الشوریٰ: ۴۱)

”اور جو بدلہ لیس اپنے مظلوم ہونے کے بعد تو ان پر کچھ الزام نہیں۔“

نیز نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

”من قتل دون ماله فهو شهيد“.

”جو شخص اپنے مال کے دفاع میں مارا گیا وہ شہید ہے۔“

(مسند احمد: ۲/۲۲۱)

نیز فرمایا:

”قاتل دون مالك حتى تحوز مالك أو تقتل فتكون من شهداء الآخرة“.

”اپنے مال کے دفع میں قاتل کرو یہاں تک کہ اپنے مال کو محفوظ کر لیا پھر قتل کر دیئے جاؤ اور

یوں آخرت میں شہداء میں شامل ہو جاؤ۔“

(مسند احمد)

نیز حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

”جاء رجل إلى رسول الله صلى الله عليه وسلم فقال يا رسول الله! أرايت إن

جاء رجل يريد أخذ مالي؟ قال: فلا تعطه مالك، قال: أرايت إن قاتلني؟ قال:

قاتله! قال: أرايت إن قاتلني؟ قال: فأنت شهيد، قال: أرايت إن قتلته؟ قال: هو في

النار“.

”ایک شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور پوچھا: یا رسول اللہ! اگر کوئی شخص مجھ سے

میرا مال چھینے آئے تو میں کیا کروں؟ آپ نے فرمایا: اسے اپنا مال مت دو۔ اس نے کہا: اگر وہ

مجھ سے لڑے؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تو تم بھی اس سے لڑو۔ اس شخص نے پوچھا:

اگر وہ مجھے قتل کر دے؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تو تم شہید ہو گے۔ اس نے پوچھا: اگر

میں اسے قتل کر دوں؟ تو فرمایا: وہ جہنم میں جائے گا۔“

(مسلم: ۸۱۰۱)

امام ابو بكر جصاص حنفى رحمه الله فرماتے ہیں:

”والذي يدل على أن هذا الحكم (ترك الدفع) غير ثابت في شريعة النبي صلى الله عليه وسلم، وأن الواجب على من قصده إنسان بالقتل أن عليه قتله إذا أمكنه وأنه لا يسعه ترك قتله مع الإمكان قوله تعالى ﴿وَأَن طَائِفَتَيْنِ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ افْتَضَلُوا فَاصْلِحُوا بَيْنَهُمَا فَإِن بَغَتْ إِحْدَهُمَا عَلَى الْأُخْرَى فَقَاتِلُوا الَّتِي تَبْغِي حَتَّى تَفِيءَ إِلَى أَمْرِ اللَّهِ﴾ فأمر الله بقتال الفتنه الباغية ولابغي أشد من قصد انسان بالقتل بغير استحقاق، فاقترض الآية قتل من قصد قتل غيره بغير حق. وقال تعالى ﴿وَلَكُمْ فِي الْقِصَاصِ حَيَوةٌ يَا أُولِي الْأَلْبَابِ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ﴾ فأخبر أن في إيجابه القصاص حياة لنا لأن القاصد لغيره بالقتل متى علم أنه يقتص منه كف عن قتله، وهذا المعنى موجود في حال قصده لقتل غيره لأن في قتله إحياء لمن لا يستحق القتل، وقال تعالى ﴿وَقَاتِلُوهُمْ حَتَّى لَا تَكُونَ فِتْنَةٌ﴾ فأمر بالقتال لنفي الفتنة، ومن الفتنة قصده قتل الناس بغير حق — إلى أن قال: — وقد روى عن النبي صلى الله عليه وسلم في أخبار مستفيضة: ((من قتل دون نفسه فهو شهيد ومن قتل دون أهله فهو شهيد ومن قتل دون ماله فهو شهيد)) — إلى أن قال: — ويدل عليه قول النبي صلى الله عليه وسلم في حديث أبي سعيد الخدري رضي الله عنه: ((من رأى منكم منكراً فليغيره بيده)) الحديث. فأمر بتغيير المنكر باليد، وإذا لم يمكن تغييره إلا بقتله فعليه أن يقتله بمقتضى ظاهر قول النبي صلى الله عليه وسلم — إلى أن قال: — وروى أبو بكر بن عياش عن قابوس بن أبي المخارق عن أبيه، قال: ((قال رجل: يا رسول الله! الرجل يأتييني يريد مالي؟ قال: ذكره الله تعالى. قال: فإن لم يذكر؟ قال: استعن عليه من حولك من المسلمين. قال: فإن لم يكن حولي منهم؟ قال: فاستعن عليه السلطان. قال: فإن نأى عني السلطان؟ قال: قاتل دون مالك حتى تمنع مالك أو تكون شهيداً في الآخرة)). وذهب قوم

من الحشوية إلى أن على من قصده إنسان بالقتل أن لا يقاتله ولا يدفعه عن نفسه حتى يقتله — إلى أن قال — ولو كان الأمر في ذلك على ما ذهبت إليه هذه الطائفة من حظر قتل من قصد قتل غيره ظلمًا والإمساك عنه حتى يقتل من يريد قتله لوجب مثله في سائر المحظورات إذا أراد الفاجر ارتكابها من الزنا وأخذ المال أن نمسك عنه حتى يفعلها، فيكون في ذلك ترك الأمر بالمعروف والنهي عن المنكر واستيلاء الفجار وغلبة الفساق والظلمة ومحو آثار الشريعة، وما أعلم مقالة أعظم ضررًا على الإسلام والمسلمين من هذه المقالة، ولعمري إنها أدت إلى غلبة الفساق على أمور المسلمين واستيلائهم على بلدانهم حتى تحكموا فحكموا فيها بغير حكم الله، وقد جر ذلك ذهاب الثغور وغلبة العدو حين ركن الناس إلى هذه المقالة“.

”اللہ تعالیٰ کا درج ذیل فرمان اس بات کی دلیل ہے کہ یہ تعلیم شریعت محمدی صلی اللہ علیہ وسلم نے نہیں دی کہ اپنا دفاع ترک کر دیا جائے، بلکہ (شریعت کا حکم تو یہ ہے کہ) اگر ایک شخص کسی دوسرے کو ناحق قتل کرنے کے درپے ہو تو اس پر واجب ہے کہ حملہ آور کو قتل کر ڈالے..... اگر وہ ایسا کرنے کی قدرت رکھتا ہو۔ اس کے لئے جائز نہیں کہ (جب کسی دوسری طرح اپنا دفاع ممکن نہ ہو) تو قدرت رکھنے کے باوجود وہ اسے قتل نہ کرے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿اور اگر مسلمانوں کے دو گروہ آپس میں لڑ پڑیں تو ان کے درمیان صلح کراؤ۔ پھر اگر ان میں سے ایک دوسرے پر چڑھ دوڑے تو تم سب اس چڑھائی کرنے والے کے خلاف لڑو یہاں تک کہ وہ اللہ کے حکم کی طرف لوٹ آئے﴾

یہاں اللہ تعالیٰ نے باغی گروہ کے خلاف قتال کا حکم دیا ہے اور بلاشبہ اس سے بڑی بغاوت و سرکشی کوئی نہیں کہ کسی انسان کو ناحق قتل کرنے کی کوشش کی جائے۔ پس یہ آیت اس بات کا تقاضہ کرتی ہے کہ جو شخص کسی دوسرے کو ناحق قتل کرنے کی کوشش کرے اسے قتل کر ڈالنا چاہیے۔ نیز ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿اور اے عقل والو! تمہارے لئے قصاص لینے ہی میں زندگی ہے تاکہ تم (قتل و غارت سے) بچو﴾

یہاں اللہ تعالیٰ بتلاتے ہیں کہ قصاص کے حکم میں ہماری زندگی کا سامان پوشیدہ ہے کیونکہ جب قتل کا ارادہ کرنے والے کو یہ معلوم ہوگا کہ اس سے قصاص لیا جائے گا تو وہ قتل کے ارادے سے باز آجائے گا۔ پس قاتل کو قصاصاً قتل کرنے کا حکم اس شخص کے تحفظ کا ضامن ہے جسے ناحق قتل کیا جانا تھا۔ نیز ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿اور ان سے جنگ کرو یہاں تک کہ فتنہ باقی نہ رہے﴾ یہاں اللہ تعالیٰ نے فتنے کے خاتمے کے لئے قتال کرنے کا حکم دیا ہے اور یقیناً کسی انسان کو ناحق قتل کرنے کی کوشش کرنا بھی فتنے میں شامل ہے۔

..... آگے چل کر آپؐ لکھتے ہیں..... مشہور روایات میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان مروی

ہے کہ:

((جو شخص اپنی جان کے دفاع میں مارا گیا وہ شہید ہے؛ اور جو شخص اپنے اہل و عیال کے دفاع میں مارا گیا وہ شہید ہے؛ اور جو شخص اپنے مال کے دفاع میں مارا گیا وہ شہید ہے۔))

..... پھر آگے چل کر آپؐ لکھتے ہیں..... حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی یہ حدیث نبویؐ بھی اسی مضمون پر دلالت کرتی ہے:

((تم میں سے جو کوئی بھی برائی کو دیکھے وہ اسے اپنے ہاتھ سے مٹا ڈالے۔))

اس حدیث میں برائی کو ہاتھ سے مٹانے کا حکم ہے۔ پس جب برائی کو مٹانے کی اس کے سوا کوئی صورت نہ ہو کہ برائی کرنے والے کو قتل کیا جائے..... تو اس حدیث کے ظاہری الفاظ اسی بات پر دلالت کرتے ہیں کہ اسے قتل کرنا واجب ہے۔

..... پھر آگے چل کر آپؐ لکھتے ہیں..... ابوبکر بن عیاش روایت کرتے ہیں قابوس بن ابی الخارق سے؛ اور وہ اپنے والد سے نقل کرتے ہیں:

((ایک شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور پوچھا کہ اگر کوئی آدمی میرے پاس میرا مال چھینے آئے (تو میں کیا کروں)؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اسے اللہ سے ڈراؤ! اس شخص نے پوچھا: اگر وہ نصیحت نہ پکڑے؟ آپؐ نے فرمایا: تو اپنے ارد گرد موجود مسلمانوں سے اس کے خلاف مددو۔ اس شخص نے پوچھا: اگر میرے ارد گرد ان میں سے کوئی موجود نہ ہو؟ آپؐ نے فرمایا: پھر حکمران سے اس کے خلاف مدد طلب کرو۔ اس نے پوچھا: اگر حکمران بھی میری مدد

کرنے سے کنارہ کشی اختیار کر لے؟ آپؐ نے فرمایا: تو پھر اپنے مال کے دفاع میں لڑو یہاں تک کہ اپنے مال کو محفوظ کر لو یا آخرت میں شہید بن جاؤ))

گروہِ حشویہ میں سے کچھ لوگوں نے یہ رائے اختیار کی کہ اگر کسی شخص کو قتل کرنے کی کوشش کی جائے تو اسے چاہیے کہ نہ تو اپنے دفاع میں لڑے، نہ اپنے آپ کو بچانے کی کوشش کرے یہاں تک کہ اسے قتل کر ڈالا جائے۔..... پھر آگے چل کر آپؐ لکھتے ہیں..... اگر ان لوگوں کا یہ موقف درست تسلیم کر لیا جائے تو پھر تو تمام دیگر منکرات کے حوالے سے بھی یہی رویہ رکھنا واجب ٹھہرے گا۔ یعنی اگر کوئی فاجر و فاسق شخص کسی عورت سے بدکاری کرنا چاہے یا کسی شخص سے اس کا مال چھیننا چاہے تو تب بھی ہم پر لازم ہوگا کہ ہم اپنا ہاتھ روکے رکھیں اور اسے یہ گناہ کرنے دیں۔ بلاشبہ ایسا کرنا امر بالمعروف و نہی عن المنکر کا فریضہ ترک کرنے، فساق، فجار اور ظالموں کو مسلمانوں پر غلبہ بخشنے اور احکامِ دین کو مٹا ڈالنے کے مترادف ہے۔ میرے علم میں نہیں کہ اسلام اور مسلمانوں کو کسی بات سے اتنا زیادہ نقصان پہنچا ہو جتنا اس باطل رائے سے پہنچا ہے (کہ اپنا دفاع میں لڑنا درست نہیں)۔ قسم بخیر! اسی کے سبب فساق کو مسلمانوں کے اجتماعی امور پر غلبہ حاصل ہوا ہے اور انہوں نے مسلم سرزمینوں پر مسلط ہو کر اللہ کی شریعت سے ہٹ کر حکمرانی اور فیصلے کئے ہیں۔ پھر یہ بھی عوام الناس کے اس رائے سے متاثر ہونے کا نتیجہ ہے کہ مسلمانوں نے محاذوں پر شکست کھائی ہے اور دشمن ہم پر غالب آ گیا ہے۔“

(احکام القرآن: ۴۰/۲)

نیز ایک اور مقام پر آپؐ فرماتے ہیں:

”ولم يدفع أحد من علماء الأئمة وفقهائها، سلفهم وخلفهم، وجوب ذلك (أي الدفاع) إلا قوم من الحشو وجهال أصحاب الحديث، فإنهم أنكروا قتال الفئة الباغية والأمر بالمعروف والنهي عن المنكر بالسلاح وسموا الأمر بالمعروف والنهي عن المنكر فتنة إذا احتيج فيه إلى حمل السلاح وقاتل الفئة الباغية مع ما قد سمعوا فيه من قول الله تعالى ﴿فَقَاتِلُوا الَّتِي تَبْغِي حَتَّى تَفِيءَ إِلَى أَمْرِ اللَّهِ﴾ وما يقتضيه اللفظ من وجوب قتالها بالسيف وغيره — إلى

أَنْ قَالَ — وَإِنَّمَا يَنْكَرُ عَلَى غَيْرِ السُّلْطَانِ بِالْقَوْلِ أَوْ بِالْيَدِ بِغَيْرِ سِلَاحٍ، فَصَارُوا شُرَّاءَ عَلَى الْأُمَّةِ مِنْ أَعْدَائِهَا الْمُخَالَفِينَ لَهَا لِأَنَّهُمْ اقْعَدُوا النَّاسَ عَنْ قِتَالِ الْفِتْنَةِ الْبَاغِيَةِ وَعَنِ الْإِنْكَارِ عَلَى السُّلْطَانِ الظُّلْمِ وَالْجَوْرِ حَتَّى أَدَّى ذَلِكَ إِلَى تَغْلِبِ الْفَسْجَارِ بِلِ الْمَجْسُوسِ وَأَعْدَاءِ الْإِسْلَامِ، حَتَّى ذَهَبَتِ الثُّغُورُ وَشَاعَ الظُّلْمُ وَخَرَبَتِ الْبِلَادُ وَذَهَبَ الدِّينُ وَالْدُنْيَا وَظَهَرَتِ الزُّنْدُقَةُ وَالْغُلُوُّ“.

”خلف و سلف کے علماء اور فتنہاء میں سے کسی ایک نے بھی دفاع کی فرضیت میں اختلاف نہیں کیا۔ البتہ گروہِ حشویہ کے بعض لوگوں نے اور بعض جاہل اصحابِ حدیث نے باغیوں سے قتال اور مسلح قوت کے ذریعے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرنے کو غلط کہا ہے۔ ان لوگوں کے نزدیک اگر امر بالمعروف و نہی عن المنکر کی خاطر ضرورت پڑنے پر بھی ہتھیار اٹھائے جائیں تو یہ فتنہ ہوگا۔ اسی طرح یہ لوگ باغی گروہ کے خلاف قتال کو بھی فتنے سے تعبیر کرتے ہیں حالانکہ اس کی بابت یہ لوگ اللہ تعالیٰ کا یہ فرمانِ مبارک بھی سن چکے ہیں: ﴿پس بغاوت کرنے والے گروہ سے قتال کرو یہاں تک کہ وہ اللہ کے حکم کی طرف لوٹ آئے﴾ یہ آیت صراحت کے ساتھ تلوار اور دیگر ذرائع سے قتال کرنے کو واجب قرار دے رہی ہے۔

اسی طرح ان کا موقف ہے کہ حاکم اگر ظلم و جبر کرے اور لوگوں کو ناحق قتل کرے، تب بھی اسے ٹو کنا درست نہیں۔ البتہ حاکم کے سوا دیگر لوگوں کو زبان اور ہاتھ سے روکا جائے گا، لیکن ان کے خلاف بھی یہ تلوار اٹھانے کے قائل نہیں۔

پس یہ لوگ اس امت کے حق میں اس کے کھلے دشمنوں سے بھی زیادہ مہلک ثابت ہوئے ہیں، کیونکہ انہوں نے امت کو باغی گروہ کے خلاف قتال اور بادشاہوں کے ظلم و جبر پر انکار سے روک دیا ہے۔ ان کے اس باطل موقف کے نتیجے میں فساق و فجار غالب آئے، مجوس اور دیگر دشمنانِ اسلام کے تسلط کی راہ ہموار ہوئی، اسلامی سرحدات پامال ہوئیں، ظلم پھیل گیا، بستیاں برباد ہوئیں، دین و دنیا لٹ گئے اور زندقہ و غلو غالب آگیا۔“

شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

”فَالْعَدُوُّ الصَّائِلُ الَّذِي يَفْسُدُ الدِّينَ وَالْدُنْيَا لَا شَيْءَ أَوْجِبَ بَعْدَ الْإِيمَانِ مِنْ دَفْعِهِ“.

”وہ حملہ آور دشمن جو دین و دنیا کو برباد کرنے کے درپے ہو، ایمان لانے کے بعد اسے پچھاڑنے سے بڑھ کر اہم فریضہ کوئی نہیں۔“

(إتحاف العباد: ص ۱۸)

معلوم ہوا کہ اہل سوات و قبائل پر یہ جہاد فرض ہے جس کے ترک پر وہ گناہ گار ہوں گے۔

(۳) مارے گئے فوجیوں اور ان کے ہاتھوں سے مرنے والوں کا حکم

اس سوال کا جواب اوپر آچکا ہے۔ پاکستانی فوج یا ایف سی وغیرہ کا کوئی فرد اگر اس لڑائی میں مرے گا جہنمی ہوگا، اور اہل سوات و قبائل کا کوئی فرد ان کے مقابلہ میں مرے گا تو شہید ہوگا، ان شاء اللہ۔

(۴) مطالبہ نفاذ شریعت کا حکم

اس سوال کا جواب بھی اوپر آچکا ہے۔ نفاذ شریعت کا مطالبہ عوام کا نہ صرف حق بلکہ ان پر فرض عین ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُونَ حَتَّىٰ يُحَكِّمُوكَ فِيمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لَا يَجِدُوا فِيْ أَنْفُسِهِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَيْتَ وَيُسَلِّمُوا تَسْلِيمًا﴾ (النساء: ۶۵)

”تیرے رب کی قسم! یہ لوگ اس وقت تک ہرگز مومن نہیں ہو سکتے جب تک کہ اپنے باہمی اختلافات میں تجھے فیصلہ کرنے والا نہ مان لیں، پھر جو فیصلہ بھی تو کرے اس پر اپنے دل میں کوئی تنگی محسوس نہ کریں اور اس کے سامنے سر تسلیم خم کر دیں۔“

هَذَا مَا عِنْدِي، وَاللَّهُ أَعْلَمُ، وَعِلْمُهُ أَتَمُّ وَأَحْكَمُ!